ACADEMIA International Journal for Social Sciences
Volume 4, Issue 3, 2025 ISSN-L (Online): 3006-6638

مالِ مرہونہ سے انتفاع کا شرعی حکم: معاصر فقہی فتاویٰ کا تقابلی جائزہ

The Shariah Ruling on Using Pledged Property: A Comparative Review of Contemporary Fatawa

Dr. Muhammad Mumtaz Ul Hasan
drmumtaz365@gmail.com
Professor, Department of Islamic Studies & Shariah, The Minhaj University Lahore, Pakistan

Dr. Muhammad Pervaiz
pervaizbilal365@gmail.com
Assistant Professor, Department of Islamic Studies & Shariah, Minhaj University, Lahore, Pakistan

Muhammad Muneeb Shoukat
muneebshoukat54@gmail.com
Department of Islamic Studies & Shariah, Minhaj University, Lahore, Pakistan
Corresponding Author: * Dr. Muhammad Mumtaz Ul Hasan drmumtaz365@gmail.com

Received: 09-04-2025 **Revised:** 10-05-2025 **Accepted:** 15-06-2025 **Published:** 02-07-2025

ABSTRACT

This paper presents a detailed comparative analysis of contemporary fatawa on the Shariah ruling regarding the utilisation of pledged property (maal marhoon). In classical Islamic jurisprudence, the use of pledged assets by the pledgee (mortgagee) has been a matter of significant debate. The majority of scholars prohibit such utilisation, considering it a form of unjust enrichment or riba (usury), unless the benefit is directly linked to safeguarding or maintaining the pledged item. However, certain jurists allow limited usage if it is agreed upon and does not result in exploitation.In the contemporary context, with the expansion of Islamic banking, collateral-based financing, and the increasing need for secured transactions, the question of benefiting from pledged property has regained importance. Various contemporary fatwa councils have issued detailed rulings reconciling classical positions with modern financial practices.

Keywords: *Maal Marhoon, Pledged Property, Usufruct, Islamic Banking, Contemporary Fatawa, Shariah Ruling, Collateral, Riba, Islamic Finance, Juristic Opinions*

ابتدائیہ

مال مرہونہ (رہن شدہ مال) سے انتفاع کے مسئلے پر معاصر فقہی آراء میں ایک اختلافی رویہ پایا جاتا ہے۔ اسلامی قانون میں رہن ایک ایسی معاہدہ ہے جس کے تحت قرض کی ضمانت کے طور پر کوئی مال گروی رکھا جاتا ہے۔ اس معاہدے کے تحت بعض فقہاء کا یہ مؤقف ہے کہ مال مرہونہ سے استفادہ (انتفاع) جائز نہیں، کیونکہ اس کو قرض پر سود کے مترادف سمجھا جاتا ہے، جبکہ دوسرے فقہاء بعض مخصوص شرائط کے ساتھ اس سے استفادہ کی اجازت دیتے ہیں۔ یہ اختلاف آراء اس بات پر منحصر ہے کہ مال مرہونہ کا استعمال کس حد تک قرض دینے والے اور قرض لینے والے کے درمیان انصاف کو مدنظر رکھتا ہے اور یہ کہ آیا یہ معاہدہ شریعت کے ان اصولوں کے مطابق ہے جو مالی لین دین میں سود اور غیر منصفانہ فائدے کو ممنوع قرار دیتے ہیں۔ اس تناظر میں معاصر فتاویٰ جات میں متعدد آراء سامنے آئی ہیں۔ بعض علماء اسے مکمل ناجائز قرار

دیتے ہیں، جبکہ دیگر حالات وضروریات کے پیشِ نظر کچھ شرائط کے ساتھ اس کی اجازت دیتے ہیں، جیسے کہ بوقت عقد رہن نفع کی بالکل شرط نا لگائی بلکہ بعد میں مالک کی اجازت سے مرہونہ چیز سے انتفاع جائز ہے ورنہ ناجائز ہے اور یہی بات زیادہ درست معلوم ہوتی ہے۔

کتاب الفتاویٰ از خالد سیف اللہ رحمانی کا مؤقف:

کتاب الفتاویٰ میں سیف اللہ رحمانی کی مال مرہون سے انتفاع سے متعلق رائے یہ ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے قرض پر نفع حاصل کرنے کو سود قرار دیا ہے۔ اس لئے رہن کے مال سے نفع اٹھانا جائز نہیں:

لیس للمرتھن ان ینتفع بالرہن لا باستخدام ولا بسکنی لانہ حق الحبس دون الانتفاع(1)

پس اگر مال مرہونہ سے کسی قسم کا نفع بھی ناجائز ہے۔

فتاویٰ نوریہ از مولانا مفتی نور اللہ بصیر پوری کا مؤقف:

فتاویٰ نوریہ میں ہے کہ:

قرض کے عوض نفع حاصل کرنا صراحۃً سود ہے کہ شریعت غراء کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ ایسا قرض جس میں مقرض کی منفعت مشروط ہو ربا ہے۔

تفسیر خازن میں ہے:

کل قرض جر منفعۃ فھو ربوٰ و مثلہ(2)

"ہر وہ قرض جس میں کوئی فائدہ شامل ہو، وہ ربا یا اس کے مانند ہے۔"

جواہر الفتاویٰ میں ہے:

اذا کان مشروطا صار قرضا فیہ منفعۃ وھو ربی(3)

"اگر کوئی قرض کسی شرط کے ساتھ لیا جائے، تو اس میں فائدہ شامل ہو جاتا ہے، اور یہ ربا ہے۔"

فتح القدیر میں ہے:

القرض بالشرط حرام(4)

---

[1]۔ مرغینانی، برھان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر، الہدایہ، کراچی، محمد علی کارخانہ اسلامی کتب پاکستان، ج4، ص522

[2]۔ خازن، علی بن محمد بن ابراہیم بن عمر بن خلیل (۱۴۰۱ھ)، تفسیر خازن، مصر، مکتبہ التجاریہ الکبری، ج1، ص252

[3]۔ کرمانی، عبد الرشید، (۱۴۰۸ھ) جواہر الفتاویٰ، قاہرہ، دار المعراج، ج5، ص427

4۔ ابن ہمام، کمال الدین، (1415ھ) محمد، فتح القدیر شرح الہدایہ، قاہرہ، مصر، مطبع مصطفیٰ محمد، ج6، ص147

"شرط والا قرض حرام ہے"

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

قال محمد فی کتاب الصرف ان ابا حنیفۃ کان یکرہ کل قرض جر منفعۃ

"محمد نے کتاب الصرف میں کہا کہ ابا حنیفہ ہر اس قرض کو ناپسند کرتے تھے جس میں کوئی فائدہ شامل ہو۔"

سنن البیہقی میں ہے کہ:

حضرت ابن سیرین سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو کچھ روپے قرض دئے اس شرط پر کہ اس کے گھوڑے پر سواری کرے گا تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اصاب من ظھرہ فھو ربا اس پر جو سواری کرے وہ سود ہے۔(5)

مؤطا امام مالک میں ہے کہ:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وان کان قبضۃ من علف فھو ربا

اگرچہ مٹھی بھر گھاس ہو تو وہ بھی سود ہے۔(6)

فتویٰ کو زرا طول اس وجہ سے دیا کہ آج یہ وبائے عام واقع ہو کہ لوگ ایسی صورتوں کو رہن کا نام دے کر اس خالص سود کو شیر مادر تصور کئے ہوئے ہیں حالانکہ ہمارے حضرات فقہائے کرام نے ایسی صورتوں کا اجارہ فاسد کے مرتبہ میں قرار دیا کہ اگر نفع اٹھائے تو اجر لازم اور رہن نہ ہو گا۔

فتاویٰ بحر العلوم کا مؤقف:

فتاویٰ بحر العلوم میں ایک استفتاء کے جواب میں لکھتے ہیں کہ:

اگر مرتہن نے قرض کے بدلے کوئی زمین راہن کے پاس گروی رکھوائی اور راہن نے اس زمین سے جو غلہ حاصل کیا اس کے لئے ناجائز ہے۔(7)

قرآن پاک میں ہے کہ:

---

[5] ۔البیہقی، أحمد بن الحسین بن علی بن موسی أبو بکر، (۱۹۹۴)، سنن البیہقی الکبری، مکۃ المکرمۃ، دار النشر: مکتبۃ دار الباز، رقم:۱۴۶۸

[6] ۔امام مالک، (۱۹۹۸ء)، مؤطا امام مالک، لاہور، پبلشر: مکتبہ رحمانیہ، رقم:۳۴۵۶

[7] ۔اعظمی، عبد المنان، مفتی، (۱۴۳۱ھ) فتاویٰ بحر العلوم، لاہور، شبیر برادرز، ج4، ص56

وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا

حالانکہ اللہ نے تجارت (سوداگری) کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔(8)

حدیث پاک میں ہے کہ:

كل قرض جر منفعة فهو ربا

قرض سے جو نفع وصول کیا وہ ربا ہے۔(9)

اسی طرح ایک اور استفتاء کے جواب میں لکھتے ہیں کہ:

اگر زید نے بکر کو اپنا کھیت رہن پر دیا اور اس سے پچاس روپے بطور قرض حاصل کئے اور دونوں میں یہ طے پایا کہ بکر اس میں کاشت کرکے اس کی پیداوار خود لیتا رہے گا اور پیداوار کے عوض میں بکر اپنی دی ہوئی رقم سے سالانہ قرض وصول کرتا رہے گا تو ایسی صورت میں یہ جائز ہے۔(10)

دار الافتاء دار العلوم دیوبند کا مؤقف:

روپیہ قرض دے کر اور زمین گروی رکھ کر اس زمین سے فائدہ اٹھانا مناسب نہیں ہے، کیونکہ حدیث میں ہے کہ ہر ایسا قرض جو نفع لائے، وہ سود شمار ہوتا ہے۔ لہٰذا، اگر معاملہ اسی طرح کا ہے، تو قرض کی واپسی تک گروی رکھی گئی زمین سے فائدہ نہ اٹھایا جائے۔ اور اگر زمین کو استعمال میں لانے کی ضرورت ہو تو اس کے لیے اجارے کا علیحدہ معاہدہ کر لیا جائے۔ آپ کی تجویز کے مطابق، اگر پورے قرض کے بدلے پانچ یا چھ سال کے لیے زمین کرایہ پر لی جائے تاکہ وہ رقم کرایہ کی صورت میں ہو جائے، تو معاملہ شفاف طور پر طے کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح پہلے معاہدے کو ختم کرکے نیا معاہدہ مذکورہ طریقے سے کیا جا سکتا ہے۔(11)

دار الافتاء جامعۃ الرشید کا مؤقف:

مرتہن کے لیے مرہونہ چیز سے فائدہ اٹھانا شرعاً جائز نہیں ہے۔ صورتِ مسئلہ میں، جو مکان قرض کے بدلے رہن کے طور پر دیا گیا ہے، مرتہن کے لیے اس سے کوئی فائدہ اٹھانا، مثلاً اس میں رہائش اختیار کرنا یا اس کا کرایہ وصول کرنا، شرعاً جائز نہیں ہوگا۔ یہ قرض پر نفع لینے کے مترادف ہے، جو سود کے حکم میں ہونے کی وجہ سے ناجائز اور حرام ہے۔

رد المحتار میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ:

---

[8]۔ القرآن، 2: 275

[9]۔ السیوطی، امام جلال الدین عبد الرحمن بن ابو بکر، (۱۹۹۳ء)، تفسیر در منثور، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ج5، ص350

[10]۔ اعظمی، عبد المنان، مفتی، (۱۴۳۱ھ) فتاویٰ بحر العلوم، لاہور، شبیر برادرز، ج4، ص57

[11]۔ دار الافتاء دار العلوم دیوبند، فتوی نمبر: 609855، تاریخ اجراء: 20 -Feb-2022

(لا انتفاع به مطلقا) لا باستخدام ولا سكنى ولا لبس ولا إجارة ولا إعارة .

(اس سے کسی بھی طرح فائدہ اٹھانا ممنوع ہے) نہ اسے استعمال کیا جائے، نہ اس میں رہائش اختیار کی جائے، نہ اسے پہنا جائے، نہ کرایہ پر دیا جائے، اور نہ ہی کسی کو قرض کے طور پر دیا جائے۔(12)

ردالمختار میں ذکر ہے کہ:

(قوله وقيل لا يحل للمرتهن) قال في المنح : وعن عبد الله بن محمد بن أسلم السمرقندي وكان من كبار علماء سمرقند أنه لا يحل له أن ينتفع بشيء منه بوجه من الوجوه وإن أذن له الراهن ، لأنه أذن له في الربا لأنه يستوفي دينه كاملا فتبقى له المنفعة فضلا فيكون ربا ، وهذا أمر عظيم ---

قلت والغالب من أحوال الناس أنهم إنما يريدون عند الدفع الانتفاع ، ولولاه لما أعطاه الدراهم وهذا بمنزلة الشرط ، لأن المعروف كالمشروط وهو مما يعين المنع ، والله تعالى أعلم -(13)

کتاب "المنح" میں آیا ہے کہ سمرقند کے عظیم عالم، عبداللہ بن محمد بن اسلم سمرقندی فرماتے ہیں کہ اگر قرض دینے والا (راہن) اجازت بھی دے دے، تب بھی وہ اس چیز سے کسی صورت میں فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ کیونکہ یہ عمل ربا(سود) کے زمرے میں آتا ہے۔ جب قرض مکمل طور پر واپس مل جائے گا تو جو اضافی فائدہ اس کے پاس رہ جائے گا، وہ ربا کے مترادف ہو گا، اور یہ ایک انتہائی سنگین مسئلہ ہے۔

میں نے کہا کہ اکثر لوگ اس شرط پر قرض دیتے ہیں کہ انہیں ادائیگی کے وقت صرف فائدہ حاصل ہو۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ درہم نہ دیتے، اور یہ شرط کے درجے میں آتا ہے، کیونکہ معلوم ہونا بھی مشروط ہونے کے مترادف ہے۔ یہی چیز روکنے میں رکاوٹ بنتی ہے، اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔(14)

بیہقی معرفۃ السنن میں لکھتے ہیں کہ:

وروينا عن فضالة بن عبيد أنه قال كل قرض جر منفعة فهو وجه من وجوه الربا۔

"حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہر وہ قرض جس سے کوئی فائدہ حاصل کیا جائے، وہ سود (ربا) کی ایک قسم ہے۔(15)"

[12]۔ شامی، محمد بن محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین، (۱۳۹۹ھ)، رد المختار، علی الدار المختار، مکتبہ، ماجدیہ کوئٹہ، پاکستان، ج۲۷، ص۳۰۸

[13]۔ ایضا، ج۲۷، ص۳۱۰-۳۰۹

[14]۔ محمد بن عبد الرحیم، دار الافتاء جامعۃ الرشید کراچی، 24/صفر 1445ھ، فتویٰ نمبر: ۸۱۲۸۵

[15]۔ بیہقی، احمد بن الحسین بن علی، (۱۹۹۳ء)، معرفۃ السنن والآثار، بیروت، لبنان، دار الکتب العلمیۃ، ج۴، ص۳۰۴

دار الافتاء جامعہ فاروقیہ کا مؤقف:

مرتہن (جس کے پاس رہن رکھوایا گیا ہو) کا مرہونہ چیز سے فائدہ اٹھانا سود کے زمرے میں آتا ہے، اور مذکورہ صورت میں بھی مرتہن مرہونہ زمین سے فائدہ حاصل کر رہا ہے، اس لیے یہ بھی سودی معاملہ ہے۔(16)

البحر الرائق میں ذکر ہے کہ:

> قال رحمه الله (ولا ينتفع المرتهن بالرہن استخدامًا وسكنى ولبسًا وإجارة وإعارة) لأن الرہن يقتضي الحبس إلى أن يستوفي دينه دون الانتفاع فلا يجوز لانتفاع إلا بتسليط منه(17).
>
> رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "رہن رکھنے والا (جس کے پاس رہن رکھا گیا ہے) مرہونہ چیز کو استعمال نہیں کر سکتا، نہ اس میں رہ سکتا ہے، نہ اسے پہن سکتا ہے، نہ کرایہ پر دے سکتا ہے اور نہ ہی اسے قرض کے طور پر دے سکتا ہے۔" کیونکہ رہن کا مقصد یہ ہے کہ اس چیز کو قرض کی ادائیگی تک روک کر رکھا جائے اور اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا جائے۔ لہٰذا، اس سے فائدہ اٹھانا صرف اسی صورت میں جائز ہو گا جب قرض دینے والا اس کی اجازت دے دے۔

التنویر مع الدر میں ہے:

> (لا انتفاع به مطلقا) لا باستخدام ولا سكنى ولا لبس ولا إجارة ولا إعارة، سواء كان من مرتهن أو راهن (إلا بإذن) كل للآخر، وقيل: لا يحل للمرتهن لأنه ربا، وقيل: إن شرطه كان ربا، وإلا لا(18) .

"اس سے کسی بھی طرح فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا؛ نہ اسے استعمال کیا جا سکتا ہے، نہ اس میں رہائش اختیار کی جا سکتی ہے، نہ اسے پہنا جا سکتا ہے، نہ کرایہ پر دیا جا سکتا ہے اور نہ ہی قرض کے طور پر دیا جا سکتا ہے، چاہے یہ رہن رکھنے والا ہو یا قرض دینے والا (سوائے دوسرے کی اجازت کے)۔ بعض علماء کے نزدیک رہن رکھنے والے کے لیے یہ حرام ہے کیونکہ یہ سود (ربا) کے زمرے میں آتا ہے، جبکہ بعض نے کہا ہے کہ اگر اس میں سود (ربا) کی شرط شامل ہو تو یہ حرام ہے، ورنہ نہیں۔"

---

[16]۔ دار الافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی، فتویٰ نمبر: 172/ 148، 155

[17]۔ ابن نجیم، زین الدین الحنفی، (۱۳۱۱ھ)، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، بیروت، لبنان، دار المعرفہ، ج۸، ص۴۳۸

[18]۔ حصکفی، محمد علاؤالدین بن علی حنفی، (۱۳۸۶ھ)، الدر المختار فی شرح تنویر الابصار، بیروت، لبنان، دار الفکر، ج۲، ص۲۲۳

دار الافتاء بنوری ٹاؤن کا مؤقف:

واضح رہے کہ شرعی طور پر گروی (رہن) کا حکم یہ ہے کہ کسی ضرورت کے تحت قرض کے بدلے میں "رہن" لینا اور دینا جائز ہے، مگر رہن میں رکھی گئی چیز کی حیثیت محض ضمانت کی ہوتی ہے۔ رہن (گروی) میں رکھی ہوئی چیز اپنے اصل مالک کی ملکیت میں رہتی ہے، اور مرتہن (جس کے پاس چیز گروی رکھی گئی ہو) کے لیے شرعاً اس چیز کا استعمال یا اس سے فائدہ حاصل کرنا جائز نہیں ہوتا۔ اگر مرتہن نے رہن کی چیز کا استعمال کر لیا یا اسے زیادہ قیمت میں فروخت کیا، تو اس سے حاصل ہونے والا نفع سود کے دائرے میں آئے گا، کیونکہ رہن قرض کے بدلے ہوتا ہے اور قرض دے کر نفع کمانا سود ہے۔

لہذا، مذکورہ صورت میں، اگر مقروض بروقت قرض ادا نہ کر سکے اور گروی رکھی ہوئی چیز کو قرض کے بدلے بیچنا پڑے تو مرتہن کے لیے صرف اپنے قرض کے برابر رقم لینا جائز ہے؛ اس سے زائد جو رقم ہوگی، وہ اصل مالک کی ہوگی۔ قرض سے زائد رقم لینا مرتہن کے لیے جائز نہیں ہے۔ اسی طرح دوسری صورت میں، گروی رکھی ہوئی چیز کو اس کے مالک سے زیادہ قیمت پر فروخت کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ خلاصہ یہ کہ دونوں صورتوں میں سائل کے لیے اپنی اصل رقم سے زائد لینا جائز نہیں ہے۔

فتاویٰ شامی میں یہ بات مذکور ہے:

(هو) لغة: حبس الشيء. وشرعا (حبس شيء مالي) أي جعله محبوسا لأن الحابس هو المرتهن بحق يمكن استيفاؤه) أي أخذه (منه) كلا أو بعضا كأن كان قيمة المرهون أقل من الدين (كالدين) كاف الاستقصاء لأن العين لا يمكن استيفاؤها من الرهن إلا إذا صار دينا حكما كما سيجيء (حقيقة) وهو دين واجب ظاهرا وباطنا أو ظاهرا فقط كثمن عبد أو خل وجد حرا أو خمرا (أو حكما) كالأعيان (المضمونة بالمثل أو القيمة)..قوله كالأعيان المضمونة بالمثل أو القيمة) ويقال لها المضمونة بنفسها لقيام المثل أو القيمة مقامها كالمغصوب ونحوه مما سيجيء.واحترز به عن المضمونة بغيرها كمبيع في يد البائع فإنه مضمون بغيره وهو الثمن، وعن غير المضمونة أصلا كالأمانات-(19)

"(رہن) لغت میں کسی چیز کو روکنے کا نام ہے، اور شریعت میں اس کا مطلب ہے کہ مال کی کسی چیز کو اس طرح روک لیا جائے کہ اس پر ایک حق قائم ہو جائے جسے وصول کیا جا سکتا ہو۔ یعنی، اگر رہن رکھی ہوئی چیز کی قیمت قرض سے کم ہو تو پوری چیز لی جا سکتی ہے تاکہ قرض ادا کیا جا سکے۔ کیونکہ رہن رکھی ہوئی چیز سے قرض کی ادائیگی تب ہی ممکن ہے جب اسے قانونی طور پر قرض کی حیثیت دی جائے، جیسا کہ آگے وضاحت کی جائے گی۔ یہ قرض ظاہری و باطنی طور پر واجب ہو سکتا ہے، یا کبھی صرف ظاہری طور پر، جیسے کہ کسی غلام یا کنیز کی قیمت یا شراب جسے آزاد کیا گیا ہو۔ اسی طرح کچھ اشیاء قانونی طور پر قرض سمجھ کر روکی جا سکتی ہیں، جیسے کہ قیمتی یا مساوی چیز کے بدلے دی گئی اشیاء۔ انہوں نے (مضمونة

[19]۔ شامی، محمد امین، ابن عابدین، (۱۳۹۹ھ)۔ رد المختار علی در المختار، کوئٹہ، المکتبہ الماجد، ج6، ص478

بنفسها) یعنی اپنی قیمت یا مساوی چیز کے بدلے میں دی جانے والی چیزوں جیسے کہ چوری شدہ اشیاء وغیرہ کو الگ بیان کیا ہے۔ اسی طرح انہوں نے اسے ان چیزوں سے ممتاز کیا ہے جو کسی اور چیز کے بدلے میں دی جاتی ہیں، جیسے کہ بیچنے والے کے پاس موجود فروخت شدہ چیز کی قیمت، اور اس چیز سے بھی ممتاز کیا ہے جس پر کوئی حق قائم نہ ہو، جیسے کہ امانت۔"

اسی طرح دوسرے مقام پر فرمایا:

"لا يحل له أن ينتفع بشيء منه بوجه من الوجوه وإن أذن له الراهن، لأنه أذن له في الربا لأنه يستوفي دينه كاملا فتبقى له المنفعة فضلا فيكون ربا، وهذا أمر عظيم(20)".

"وہ کسی بھی صورت میں اس چیز سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا، چاہے قرض دینے والا اس کی اجازت دے دے، کیونکہ ایسا کرنا سود (ربا) کی اجازت دینے کے مترادف ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ اپنا قرض مکمل وصول کر لے گا تو اس کے پاس اضافی فائدہ باقی رہ جائے گا، جو کہ سود (ربا) شمار ہوگا، اور یہ ایک بڑا گناہ ہے۔"

البنایۃ شرح الہدایۃ ہے:

"إذا باع المرتهن الرهن بإذن الراهن يرد المرتهن، ما زاد على الدين ولو كان الدين زائدا على الثمن يرد الراهن زيادة الدين(21)".

"اگر رہن رکھنے والا، قرض دینے والے کی اجازت سے، رہن رکھی ہوئی چیز کو بیچ دے تو رہن رکھنے والا قرض سے زائد جو رقم حاصل ہوگی، وہ واپس کرے گا۔ اور اگر قرض کی رقم چیز کی قیمت سے زیادہ ہو تو قرض دینے والا قرض کی زائد رقم واپس کرے گا۔"

النتف في الفتاوى للسغدي "میں ہے:

"انواع الربا واما الربا فهو ثلاثة اوجه احدها في القروض والثاني في الديون والثالث في الرهون...الربا في الرهن واما الربا في الرهن فان ذلك على وجهين احدهما في الانتفاع بالرهن والاخر باستهلاك ما يخرج من الرهن فاما الانتفاع بالرهن مثل العبد يستخدمه والدابة يركبها والارض يزرعها والثوب يلبسه والفرش يبسطه ونحوها(22)".

---

[20] ۔ ایضا، ج6، ص482

[21] ۔ عینی، محمود بن احمد، ابو محمد، (1420ھ۔2000ء). البنایہ شرح الھدایہ، بیروت، لبنان، دار الکتب العلمیہ، ج12، ص482

[22] ۔ للسغدي، علی بن حسین بن محمد، (۱۴۰۴ھ)، النتف في الفتاوى، کتاب البیوع، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، ج1، ص484

"ربا کی اقسام اور رہن میں ربا رباتین قسم کا ہوتا ہے: ایک قرض میں، دوسرا دین میں، اور تیسرا رہن میں۔ رہن میں ربا رہن میں ربا دو طرح کا ہوتا ہے: ایک رہن سے فائدہ اٹھانا اور دوسرا رہن سے حاصل ہونے والی چیز کو استعمال کرنا۔ رہن سے فائدہ اٹھانا مثلاً: غلام کو کام لینا، جانور کو سوار ہونا، زمین کو کاشت کرنا، کپڑا پہننا، فرش بچھانا وغیرہ۔"

دار الافتاء منہاج القرآن کا مؤقف:

مفتی صاحبزادہ بدر عالم جان کی رائے:

مفتی صاحبزادہ بدر عالم جان ایک استفتاء کے جواب میں لکھتے ہیں کہ:

حدیث پاک ہے:

كل قرضٍ جَرَّ نَفعَةً فهو ربا.

ہر وہ قرض جو ساتھ نفع دے وہ سود ہے۔(23)

گروی کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو رقم کی ضرورت ہو تو وہ اپنی کسی چیز کو اعتماد کے طور پر دوسرے شخص کے پاس رکھتا ہے، اور وہ شخص اسے کچھ مدت کے لیے رقم دیتا ہے۔ جب قرض کی رقم واپس کی جاتی ہے تو متعلقہ چیز اصل مالک کو واپس مل جاتی ہے، جیسے مکان، سونا یا جائیداد وغیرہ۔

اب، اس گروی رکھی ہوئی چیز سے فائدہ اٹھانا سود کے زمرے میں آتا ہے کیونکہ یہ چیز بطور امانت قرض کے بدلے آپ کے پاس ہے۔ البتہ، اگر آپ مالک مکان کو کچھ ماہانہ کرایہ ادا کرتے ہیں، چاہے وہ عرف سے کم ہی کیوں نہ ہو، تو اس صورت میں فائدہ اٹھانا جائز ہو سکتا ہے، بشرطیکہ مالک مکان بھی اس پر راضی ہو۔ مکان کی حفاظت آپ کی ذمہ داری ہوگی کیونکہ یہ آپ کے پاس بطور امانت ہے۔(24)

مفتی عبد القیوم خان ہزاروی کی رائے:

ایک دوسرے استفتاء کے جواب میں مفتی عبد القیوم خان ہزاروی لکھتے ہیں کہ:

قرآن مجید میں ہے کہ

وَ اِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ.

"اور اگر تم سفر پر ہو اور کوئی لکھنے والا نہ پاؤ تو باقبضہ رہن رکھ لیا کرو"۔(25)

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

---

[23]۔ بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین، (۱۴۱۴ھ) .السنن الکبری، مکہ مکرمہ سعودی عرب، مکتبہ دار الباز، رقم:10933

[24]۔ دار الافتاء منہاج القرآن، تاریخ اشاعت: 28مارچ 2011ء، فتویٰ نمبر ۸۲۷

25۔ البقرۃ، 2: 283

تُوُفِّی رسول الله صلیٰ الله علیه وسلم و ذرعه مرهونة عند یهودي بثلاثین صاعًا من شعیر.

”رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو اس وقت آپ کی ذرع ایک یہودی کے پاس تیس (30) صاع جَو کے بدلے رہن رکھی ہوئی تھی“۔(26)

سفر یا حضر میں ایک شخص یا گروہ کو رقم یا جنس وغیرہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ کسی دوسرے کے پاس وہ رقم یا جنس موجود ہے اور وہ ضرورت مند کو قرض دینا چاہتا ہے مگر ساتھ ہی اپنی رقم کے تحفظ اور واپسی وصولی کو یقینی بنانے کیلئے قرض لینے والے سے زمین، مکان، گاڑی یا اسلحہ وغیرہ لیتا ہے تاکہ اس کی رقم یا جنس ضائع نہ ہو جائے۔ قرض لینے والے کو 'مرتہن'۔۔۔ دینے والے کو 'راہن'۔۔۔ گروی رکھی گئی شے کو 'مرہونہ'۔۔۔ اور اس معاہدہ کو 'رہن' یا 'رہان' کہتے ہیں۔۔۔ رہن کے تین ارکان ہیں:

1. فریقین یعنی راہن اور مرتہن
2. اشیا معاملہ، اس میں دو چیزیں شامل ہیں: شے مرہونہ، اور اس کے مقابلہ میں دی گئی رقم۔
3. الفاظ معاملہ (جو لین دین کے لیے استعمال کیے جائیں)

معاملہ رہن کے درست ہونے کی اہم ترین شرط یہ ہے کہ راہن اور مرتہن دونوں معاملہ بیع کی اہلیت رکھتے ہوں۔ یعنی کوئی مجنون و دیوانہ یا بے شعور و نابالغ نہ ہو۔

رہن شرعاً خرید و فروخت کی طرح جائز ہے کیونکہ (چند استثنائی صورتوں کے علاوہ) ہر وہ شے جس کی بیع جائز ہے اس کو رہن رکھنا بھی جائز ہے۔ رہن کا معاملہ کرنا کتاب و سنت اور اجماع سے ثابت ہے۔ مگر آج کل اس معاہدے میں بھی نقائص و مفاسد آ گئے ہیں اور صدیوں سے انسانی معاشرے پر دیگر مظالم کے ساتھ یہ بھی مسلّط ہیں۔

گروی لینے دینے کی درج ذیل صورتیں ہیں:

گروی رکھی گئی چیز سے دائن (قرض دینے والے) نے کوئی مالی فائدہ نہیں اٹھایا مثلاً زمین سے فصل و غلہ، باغ سے پھل وغیرہ کچھ نہیں لیا۔ مکان، دکان، پلاٹ وغیرہ میں رہائش یا کاروبار یا کرایہ وغیرہ کا فائدہ نہیں اٹھایا، تو جب قرضدار قرض ادا کرے تو گروی رکھی چیز اس کو واپس کر دی جائے۔

اگر گروی رکھی چیز سے دائن نے مالی فائدہ اٹھایا ہے تو جتنا فائدہ اٹھایا ہے، قرض دی گئی رقم سے اُسے منہا کر دیا جائے۔ گویا قرض دینے والے کو اس کی اتنی رقم مل گئی۔ جتنی رہ گئی ہے اتنی رقم دیکر دائن گروی رکھی چیز اس کے مالک کو واپس کرے۔ رہن کا یہی طریقہ جائز ہے۔ مثلاً ایک شخص نے اگر ایک لاکھ روپیہ قرض دیا ہے اور اس کے عوض گروی چیز (مکان، دکان اور زمین وغیرہ) سے فائدہ اٹھاتا رہا، تو قرض کی

26۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، (1401ھ)، الجامع الصحیح، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ج3، ص1098، رقم: 2759

وصولی کے وقت اس فائدہ کو اصل قرض سے منہا کر دے گا۔ اگر منہا نہیں کرتا تو یہ سُود ہے، جو کہ حرام ہے۔ بد قسمتی سے آج کل ہی نہیں صدیوں سے یہی حرام رائج ہے۔

مذکورہ بالا دونوں صورتیں مجبوری کی حالت میں قرض لینے پر بطور گارنٹی کوئی شے گروی رکھنے کی ہیں۔

اب گروی کی ایک جدید صورت سامنے آئی ہے جس میں لوگ کاروبار کرنے کی خاطر اپنا مکان، پلاٹ، دکان یا زمین وغیرہ گروی رکھ کر قرض لیتے ہیں۔ اس صورت میں ایک فریق (راہن) شیئ مَرہونہ سے فائدہ اٹھاتا ہے، جبکہ دوسرا فریق (مُرتَہِن) قرض لی گئی رقم کاروبار میں لگا کر مقررہ مدت تک اچھی خاصی کمائی کرلیتا ہے۔ گویا یہ کاروبار کی ایک نئی شکل ہے۔ کیونکہ اس میں فریقین کسی مجبوری کی بجائے اپنے فائدے کے لیے معاہدہ کرتے ہیں، اور دونوں ہی فائدہ اٹھاتے ہیں اس لیے یہ صورت بھی جائز ہے۔

کوئی شے گروی رکھ کر قرض لینے کی دو صورتیں ہیں:

1. مجبوری اور بے بسی کی صورت میں لیا گیا قرض۔
2. کاروبار کے لیے لیا گیا قرض۔

انہی دو صورتوں کے مطابق ان کے احکام بھی مختلف ہیں۔ اگر کوئی مجبور اور بے بس اپنی کوئی چیز گروی رکھ کر قرض لے تو اس کے ساتھ پہلی دو صورتوں کے مطابق سلوک ہونا چاہیے، تاکہ ایک مجبور کے ساتھ زیادتی نہ ہو۔

اس کے برعکس اگر کوئی کاروبار کرنے کے لیے قرض لیتا ہے تو اس کی گروی شے سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ اس لیے معاہدہ طے کرتے وقت ہی ان سب باتوں کی وضاحت کرلینا ضروری ہے کہ قرض لینے اور گروی رکھنے کی وجہ کیا ہے۔

دار الافتاء جامعہ نعیمیہ کا مؤقف:

مفتی محمد عمران حنفی ایک استفتاء کے جواب میں لکھتے ہیں کہ

قرآن پاک میں رہن (گروی) کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَ اِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّ لَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ

اور اگر تم سفر میں ہو اور لکھنے والا نہ پاؤ تو کوئی چیز رہن (گروی) رکھ کر اس پر قبضہ کرلو۔27))

حدیث پاک سے رہن کا ثبوت حضرت امام مسلم رحمتہ اللہ علیہ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں۔

عن عائشة بنت أبي بكر رضي الله عنهما أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم اشترى من يهودي طعاما، ورہن ہ دِرْعًا من حديد

27۔ سورۃ البقرہ، آیت: ۲۸۳

ACADEMIA International Journal for Social Sciences
Volume 4, Issue 3, 2025 ISSN-L (Online): 3006-6638

. حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہودی سے طعام خرید ااور اپنی لوہے کی زرعہ اس کے پاس گروی رکھی۔(28)

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی اس مضمون کی حدیث نقل کرتے ہیں۔

عن أنس رضي الله عنه قال ولقد رہن النبي صلى الله عليه وسلم درعه بشعير

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم نے جو کے عوض اپنی زرہ کو گروی رکھا۔(29)

گروی کی اباحت قرآن وحدیث سے صر الناثابت ہے اور یہ بات یادرہے کہ گروی کا اصل مقصد قرض کاتحفظ تھا کہ قرض دینے والا مقروض کی کوئی چیز اپنے ہاں گروی رکھ لیتاہے تاکہ قرض کاتحفظ اور ادائیگی کی ضمانت ہو جائے۔

مرہونہ (گروی) چیز سے انتفاع کے بارے میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔ بعض فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ گردی چیز سے مرتہن (گروی لینے والا) کا نفع اٹھانا مطلقانا جائز ہے کہ یہ قرض پر نفع ہے اور قرض پر نفع لینا سود ہے، سود شرعا حرام ہے۔ اور بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ نطلع اٹھانانا جائز اس وقت ہو گا جب عقد کے وقت ضلع اٹھانے کی شرط لگائی گئی ہو یا مرتہن (گروی لینے والا) راہن (گروی دینے والا) کی اجازت کے بغیر مرہونہ چیز سے نفع اٹھائے اگر بوقت عقد نفع کی شرط نہیں لگائی اور مرتہن راہن کی اجازت سے نفع اٹھاتا ہے تو یہ مباح ہے کہ یہ راہن کی طرف سے تجرع اور احسان ہے۔

مرہونہ چیز سے نفع اٹھانے کے حوالے سے پہلے مانعین کی آراء سپرد قلم کی جاتی ہیں۔

امام العلماء علامہ علی والدین مکی رحمۃ اللہ علیہ کھتے ہیں:

له حبس رہن ہ بعد الفسخ لا الانتفاع له مطلقا لا باستخدامه ولا سكنى وليس ولا اجارة ولا اعارة

مرتہن کو مرہون کے روک رکھنے کا اختیار ہے اس سے کسی قسم کا نفع اٹھانے کی اجازت نہیں، نہ اس سے خدمت لینے کی، نہ سکونت کی، نہ پہننے کی، نہ اجرت پر دینے کی اور نہ عاریت پر دینے کی۔(30)

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

الغالب من احوال الناس انهم انما يريدون عند الدفع الانتفاع ولولاه لما اعطاء الدراهم وهذا بمنزلة الشرط لان المعروف كالمشروط وهو مما يعين المنع

28۔ قشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، لبنان، دار الکتب العلمیہ، ج ۲، ج: ۳۱

29۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، (1401ھ)، الجامع الصحیح، بیروت، دار اکتب العلمیہ، ج ا ص ۳۴۱

30۔ فتاوی شامی، (1398ھ)، کتاب الرہن، بیروت، مطبع دار احیاء التراث العربی، ج: ۵ بس: ۳۲۹

لوگوں کا غالب حال یہ ہے کہ وہ مرہون کی دیتے وقت نفع اٹھانے کا ارادہ رکھتے ہیں اور اگر یہ نفع اٹھانا مطلوب نہ ہو تو وہ قرض کے لئے درہم ہی نہ دیں گے اور یہ بمنزلہ شرط کے ہو گیا۔ اس لئے کہ جو چیز معروف ہو وہ مشروط کی طرح ہوتی ہے اور یہ بات ممانعت کو معین کرتی ہے۔(31)

الموسوعۃ الفقہیہ میں ہے:

اختلف الفقهاء في جواز الانتفاع بالمرهون وفيمن له ذلك : فذهب الحنفية الى انه ليس للراهن ولا للمرتين بالمرهون الانتفاع مطلقا لا بالسكنى ولا بالركوب ولا غيرهما الا باذن الآخر وفي قول عندهم ولا يجوز الانتفاع للمرتهن ولو باذن الراهن لانه ربا وفى قول ان شرطه في العقد كان ربا والاجاز انتفاعه باذن الراهن

چنانچہ علماء احناف کے نزدیک راہن اور مرتھن دونوں کے لئے مرحونہ چیز سے نفع حاصل کرنا ایک دوسرے کی اجازت کے بغیر جائز نہیں چاہے مرہونہ چیز گھر ہو۔ سواری ہو یا ان دونوں کے علاوہ کوئی اور چیز ہو اور بعض فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ مرتحن کے لئے مرہونہ چیز سے نفع حاصل کرنا راحسن کی اجازت کے ساتھ بھی جائز نہیں کیونکہ یہ سود ہے اور جو فقہاء احناف اجازت دیتے ہیں وہ فرماتے ہیں سود اس وقت ہے جب مرتہن نفع کی شرط لگائے اور اگر شرط عائد نہیں کرتا تو راہن کی اجازت کے ساتھ نفع حاصل کرنا جائز ہے۔ (32)

مکتوبہ بالا عبارات سے معلوم ہوا کہ گروی چیز سے نفع اٹھانا دو حوالے سے منع ہے ایک نفع کی شرط رکھی جائے، دوسرا راہن کی اجازت کے بغیر ہو۔

راہن (مالک) کی اجازت سے مرحونہ چیز کی شرط میں نفع لگائے بغیر انتفاع کرنا جائز ہے۔ ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی لکھتے ہیں:

اليس للمرتهن أن ينتفع بالمرهون استخداما ولا ركوبا ولا سكنى ولا لبسا ولا قرأة فى كتاب الا باذن الراهن لان حق الحبس دون الانتفاع فان انتفع به فهلك في حال الا استعمال يضمن كل قيمته لانه صار غاصبا واذا اذن الراهن للمرتهن في الانتفاع بالمرهون جاز مطلقا عند بعض الحنفية ومنهم من منعه مطلقا لانه ربا اوفيه شبهة الربا والاذن أو الرضالا يحل الربا ولا يبيع لشبهته ومنهم من فصل فقال ان شرط الانتفاع على الراهن في العقد فهو حرام لانه ربا وان لم يشترط في العقد فجائز لانه تبرع من الرهن

31۔ فتاوی شامی، کتاب الرہن، ج۵، ص۳۱۱، دار احیاء التراث العربی بیروت

32۔ الموسوعۃ الفقھیۃ، ادارۃ وزارۃ الاوقاف الکویت، ج۲۳، ص: ۱۸۳،

مرتہن کے لئے جائز نہیں کہ مرہونہ چیز سے نفع حاصل کرے خواہ نفع خدمت لینے کی صورت میں جو سواری کی صورت میں ہو یا رہائش کی صورت میں ہو یا کپڑا پہنے کی صورت میں ہو یا کتاب پڑھنے کی صورت میں ہو سوائے راہن کی اجازت سے اگر راہن اجازت دے دے تو مذکورہ چیزوں سے نفع اٹھانا جائز ہے اور بغیر اجازت نفع اس لئے جائز نہیں کہ مرتہن کو مرہونہ چیز کے روکنے کا حق ہے اس سے نفع اٹھانے کا حق نہیں اور جب راہن اجازت دے مرتمن کو نفع کی تو مرہونہ چیز سے مطلقا نفع حاصل کرنا جائز ہے بعض احناف کے نزدیک۔ اور حنفیہ میں سے کچھ وہ ہیں جنہوں نے اس سے مطالقا منع کیا ہے اس لئے کہ یہ سود ہے یا اس میں سود کا شبہ ہے اور اجازت یا رضامندی سے سود حلال نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کا شبہ مباح ہوتا ہے اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جنہوں نے تفصیل کی تو کہا وہ فرماتے ہیں کہ اگر مرتہن وقت عقد راہن پر نفع کی شرط لگائے تو نطلع حرام ہے کیونکہ شرط سے وہ ربا کی شکل اختیار کرے گا اور اگر مرتہن وقت عقد کسی قسم کی شرط عائد نہیں کرتا تو مرہونہ چیز سے نفع حاصل کرنا جائز ہے کیونکہ یہ راہن کی طرف سے تبرع ہوگا۔(33)

صاحب ہدایہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ مرہونہ (گردی) چیز سے انتفاع کے بارے میں لکھتے ہیں۔

وليس للمرتهن أن ينتفع بالرہن لا باستخدام ولا سكنى ولا لبس الا ان باذن له المالك

مرتہن کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ مرہونہ چیز سے نفع حاصل کرے نہ تو خدمت لینے کے طور پر نہ رہائش کے طور پر ہاں اگر راہن (مالک) اجازت دے دے تو نفع حاصل کرنا جائز ہے۔(34)

علامہ علاؤالدین حصکفی رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

(لا الانتفاع به مطلقا) لا باستخدام ولا سكنى ولا لبس ولا اجارة ولا اعارة ، سواء كان من مرتهن او راهن الا باذن (كل للآخر، وقيل : لا يحل للمرتهن لانه رباء وقيل : ان شرطه كان ربا ، والا، لا

مرتہن کو مرہون سے کسی قسم کا نفع حاصل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ مثلاً اگر غلام یا باندی ہے تو اس سے خدمت لینے کی اجازت نہیں، مکان رہن رکھا ہوا ہے تو مرتہن کے لئے اس میں رہنے کی اجازت نہیں ہے۔ لباس ہے تو پہنے کی اجازت نہیں ہے اور نہ ہی رہن رکھی ہوئی چیز کو اجرت پر دینے یا عاریتا

33۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج۵، ص: ۱۴۶

34۔ مرغینانی، ابوالحسن علی بن ابی بکر، (2001ء)، ہدایہ، کراچی، دارالاشاعت، ج۳، ص: ۵۱۸،

دینے کی اجازت ہے۔ یہ انتفاع راہن یا مرتہن دونوں میں سے کسی کے لئے جائز نہیں، مگر یہ کہ ایک دوسرے کو یعنی راہن، مرتہن کو یا مرتہن، راہن کو انتفاع کی اجازت دے دے (تو درست ہے)۔ بعض علماء نے کہا کہ اگرچہ راہن اجازت دے دے تب بھی مرتہن کو نفع حاصل کرنا جائز نہیں، اس لئے کہ یہ سود ہے اور بعض نے کہا کہ: عقد رہن میں استیفاء منافع شرط کرلیا ہے تو سود ہے اور اگر شرط نہیں کیا تو سود نہیں۔(35)

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ وقيل لا يحل للمرتهن کے تحت لکھتے ہیں۔

(قوله وقيل لا يحل للمرتهن) . قال في المنح وعن عبد الله محمد بن أسلم السمرقندي وكان من كبار علماء سمر قند أنه لا يحل له أن ينتفع بشيء منه بوجه من الوجوه وان أذن له الرابن لانه أذن له في الربا لاته يستوفى دينه كاملا فتبقى له المنفعة فضلا فيكون ربا وهذا أمر عظيم قلت وهذا مخالف العامة المعتبرات من أنه يحل بالاذن الا أن يحمل على الديانة وما في المعتبرات على الحكم ثم رأيت في جواهر الفتاوى اذا كان مشروطا صار قرضا فيه منفعة وهو ربا والا فلا باس ما في المنح ملخصا وأقره ابنه الشيخ صالح وتعقبه الحموى بان ما كان ربا لا يظهر فيه فرق بين الديانة والقضاء على أنه لا حاجة إلى التوفيق بعد أن الفتوى على ما تقدم أى من أنه يباح أقول ما في الجواهر يصلح للتوفيق وهو وجيه وذكروا نظيره فيما لو اهدى المستقرض للمقرض ان كانت بشرط كره والا فلا

(اس) میں کہا عبد اللہ محمد اسلم سمرقندی سے مروی ہے جب کہ وہ علماء سمرقند کے بڑے علماء میں سے تھے اس کے لئے حلال نہیں کہ کسی وجہ سے کبھی بھی نفع حاصل کرے اگرچہ راہن اسے اجازت دے کیونکہ اس نے اسے سود کی اجازت دی ہے کیونکہ وہ اپنا دین پورا وصول کرے گا اور اس کے منفعت زائدہ باقی رہے گی۔ پس یہ ربا ہو گا۔ یہ عظیم امر ہے۔ میں کہتا ہوں یہ عام معتبر کتابوں کے خلاف ہے کہ یا اجازت کے ساتھ حال ہے مگر اسے دیانت پر محمول کیا جائے اور جو کچھ معتبرات میں ہے اسے حکم پر محمول کیا جائے پھر میں نے جواہر انتقادی میں دیکھا ہے جب وہ مشروط ہو تو وہ دین قرض بن جاتا ہے جس میں منفعت ہو جب کہ یہ ربا ہے ورنہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ المنح میں جو قول ہے وہ شخص ہے ان کے بیٹے شیخ صالح نے اسے ثابت رکھا ہے۔ حموی نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ جو سور ہو اس میں دیانت اور قضا میں فرق ظاہر نہیں ہوتا کیونکہ تطبیق کی کوئی حاجت نہیں بعد اس کے فتوی متقدم قول پر ہے کہ

35۔ شامی، ابن عابدین، (1403ھ)، رد المحتار علی الدر المختار، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ج ۱۰، ص: ۷۰

یہ مباح ہے۔ میں کہتا ہوں جو قول جواہر میں ہے وہ تخلیق کی صلاحیت رکھتا ہے جب کہ وہ قابل قدر ہے۔ علماء نے اس کی مثل اس صورت میں ذکر کیا ہے اگر قرض لینے والا قرض دینے والے کی کوئی چیز ہدیہ کے طور پر دے اگر شرط کے ساتھ دے تو یہ کردہ ہو گا اگر شرط کے بغیر ہو تو مکروہ نہیں ہو گا۔(36)

امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

پھر راہن اپنی خوشی سے مرتھن کو انتفاع کی اجازت دے اور مرتحن صرف بربنائے اجازت نہ کہ اپنا استحقاق جان کر نفع اٹھائے اور حال یہ ہو کہ اگر راھن اس وقت روک دے تو فورا رک جائے یعنی بعد اس شرط عدم انتفاع کے مالک نے برضائے خود مکان رھن میں رہنے کا اذن دیا یہ آکر بیٹھا ہی تھا کہ اس نے منع کیا تو معا باز رہے اور اصلا چوں وچرا نہ کرے تو ایسا انتفاع جب تک رضائے راھن رہے حلال ہو گا مگر حاشا ہندوستان میں اس صورت کی صورت کہاں۔ اللہ عزوجل مسلمانوں کی اصلاح فرمائے۔ “(37)

مجوزین اپنے موقف کے ثبوت پر حدیث پیش کرتے ہیں۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند سے حدیث لائے ہیں:

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ الرہن یرکب بنفقتہ اذا کان مرھونا ولبن الدر یشرب بنفقتہ اذا کان مرھونا وعلی الذي یرکب ویشرب النفقة“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو چیز رہن ہو اس کے خرچ کے عوض اس پر سواری کی جائے گی اور اس کے خرچ کے عوض اس کا دودھ پیا جائے گا جب کہ وہ رہن ہو اور جو شخص سوار ہو گا یا دودھ پیئے گا اس کے ذمہ خرچ ہو گا۔(38)

مکتوبہ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر مرھونہ چیز پر مرتن کا خرچہ یا محنت صرف ہوتی ہے تو مرتضن مرحونہ چیز سے نفع حاصل کر سکتا ہے۔ مثلا مرحونہ چیز کوئی جانور ہے۔ مرتضن حفاظت کی ذمہ داری کے علاوہ اس کو چارہ وغیرہ بھی ڈالے گا اسی طرح اگر مرھونہ چیز کوئی دودھ دینے والا جانور ہے تو بھی مرتحن حفاظت کے ساتھ اس کے چارہ وغیرہ کا خیال رکھے گا ورنہ بغیر چارہ کے رھن کا ضیاع ہو جائے گا۔ جب کہ مرھونہ (گروی) چیز کو ضائع وخراب ہونے سے بچانا مرتھن کی ذمہ داری بنتی ہے۔

36۔ فتاوی شامی، (1398ھ)، کتاب الرہن، بیروت، مطبع دار احیاء التراث العربی، ج5ص 343

37۔ بریلوی، احمد رضا خان، (1998ء)، فتاوی رضویہ، لاہور، رضا فاؤنڈیشن، ج: ۲۵، ص: ۲۲۶،

38۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، (1401ھ)، الجامع الصحیح، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ج: ا ص: ۳۴۱

مذکورہ وضاحت کے بعد اب ہم گروی مکان سے نفع اٹھانے کے حوالے سے اپنی معروض پیش کرتے ہیں کہ گروی چیز مرتہن کے قبضہ میں ہونے کی وجہ سے اس کی حفاظت کی تمام تر ذمہ داری مرتہن کی ہوتی ہے اگر مکان کو ویسے ہی تالا لگا کر چھوڑ دیا جائے تو اس کے دو نقصان ہیں۔ ایک تو اس پر فی زمانہ قبضہ ہونے کا قوی اندیشہ ہوتا ہے اور دوسرا مکان بند رہنے سے اس میں خرابی و کمزوری پیدا ہو جاتی ہے اور اگر مکان استعمال میں رہے تو حفاظت و مضبوطی عمارت رہے گی۔ بصورت دیگر حفاظت کے لئے چوکیدار رکھنا پڑے گا۔ جو چوبیس گھنٹے مکان کی حفاظت کرے تو اسے ۳۰ سے ۳۵ ہزار روپے دینا پڑیں گے اور چوکیدار کی تنخواہ راہن (مالک) کے ذمہ ہوتی ہے۔

امام برہان الدین ابو الحسن علی بن ابو بکر المرغینانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

واجرة البيت الذي يحفظ فيه الرہن على المرتهن كذلك اجرة الحافظ
واجرة الراعى ونفقة الرہن على الراهن

جس گھر میں مرحونہ چیز حفاظت کے طور پر رکھی گئی ہو اس گھر کا کرایہ مرتہن کے ذمہ ہو گا اسی طرح حفاظت کرنے والے، جانور چرانے والے اور مرہونہ کا نفقہ راہن (مالک) کے ذمہ ہو گا۔(39)

مکتوبہ جزئیہ سے واضح ہوا کہ چوکیدار کی اجرت راہن (مالک) کے ذمہ ہو گی۔ چوکیدار اس درمیان میں اگر اور میں رکھ تو گھنے ایک کر سکتا پھ مکان میں رہائش رکھے گا یا کسی اور مکان میں۔ اگر چوکیدار رہائش کسی اور مکان میں رکھے تو مکمل چوبیس گھنٹے ایک چوکیدار حفاظت نہیں کر سکتا پھر کم از کم دو چوکیداروں کی ضرورت ہو گی لہذا حفاظت کا خرچہ زیادہ ہو جائے گا جو راہن کسی صورت برداشت نہیں کر سکے گا۔ اگر مکان کو بغیر حفاظت کے چھوڑا جائے تو اس پر فتن دور میں مکان پر کوئی قبضہ کر لے تو مکان کا ضامن کون ہو گا؟ راہن مکان کی حفاظت کے لئے اتنا خرچہ برداشت نہیں کر سکتا۔

اگر مالک مرتہن کو مکان میں رہنے کی اجازت دیتا ہے تو اس پر مکان کی حفاظت کا خرچہ نہیں پڑے گا اور مرتہن رہائش رکھنے کی صورت میں مکان کی حفاظت کرے گا اور راہن کا خرچہ نہیں ہو گا جس سے راھن کو مزید فائدہ ہو گا اور دوسری طرف اگر حدیث کو مد نظر رکھا جائے تو مرتہن کا مکان میں رہائش کرنا سود وغیرہ کے زمرے میں نہیں آئے گا کیونکہ مرتہن مکان اور اس کے اندر موجود لوازمات کی حفاظت بھی تو کر رہا ہے اگر مرتھن رہائش اختیار نہ کرے تو راہن کو مزید ۳۰ سے ۳۵ ہزار روپے اس کی حفاظت کے لئے دینے ہوں گے اور پھر حفاظت کرنے والے شخص کو بھی رہائش کی ضرورت ہو گی۔

اسی لئے حضرت حسن بن صالح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وقال الحسن بن صالح: لا يستعمل الرين ولا ينتفع به إلا أن يكون دارا
يخاف خرابها فيسكنها المرتهن لا يريد الانتفاع بها وإنما يريد إصلاحها

39۔ مرغینانی، ابو الحسن علی بن ابی بکر، (2001ء)، ہدایہ، کراچی، دار الاشاعت، ج ۴، ص: ۵۲۳

مرتہن رہن کو استعمال نہیں کر سکتا نہ ہی نفع اٹھا سکتا ہے مگر یہ کہ مرہونہ چیز مکان ہو اور اس کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو اس میں رہائش رکھ سکتا ہے۔ رہائش انتفاع کی نیت سے نہیں بلکہ حفاظت و اصلاح کی نیت سے رکھے۔(40) "

مکتوبہ حدیث اور تصریحات فقہاء کرام سے یہ چیز واضح ہوتی ہے کہ گروی چیز سے مشروط نفع اٹھانا شرعا ناجائز ہے اور اگر نفع مشروط نہ ہو اور راہن (مالک) عقد کے بعد اجازت دیدے تو اس کا جواز معلوم ہوتا ہے البتہ اگر کوئی گروی چیز سے نفع حاصل نہیں کرتا تو یہ بہت ہی بہتر ہے۔ مزید یکہ گروی کے حوالے سے الدین نصیحہ کے تحت جواز کی صورت بیان کر دی گئی ہے۔ اب لین دین کرنے والوں کی نیت کی ذمہ داری ان پر ہے کہ خوف خدا اور اپنی آخرت کو سامنے رکھتے ہوئے جائز صورت کو اپنائیں ورنہ اگر محض دنیاوی لالچ کے پیش نظر فساد نیت کے سبب اس کو ناجائز استعمال کریں گے تو عند اللہ جواب دہ ہوں گے۔ ہمارے ہاں لوگوں کی اکثریت گروی کے معاملہ میں مبتلا ہے، اس کی حقیقت سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے اکثر اوقات ممنوعہ امور کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں۔ ان کو ممنوعہ امور سے بچانے کے لئے حل پیش کرنا علماء وقت کی ذمہ داری بنتی ہے۔

اور منشاء شریعت بھی یہی ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند سے حدیث لائے ہیں:

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم استعمل رجلا على خيبر فجاءه بتمر جنيب فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم أكل تمر خيبر بكذا قال لا والله يا رسول الله إنا لتأخذ الصاع من هذا بالصاعين والصاعين بالثلاثة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تفعل بع الجمع بالدراهم ثم ابتع بالدراهم جنيبا

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو خیبر کا عامل مقرر کیا وہ آپ کے پاس عمدہ کھجوریں لے آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خیبر کی ساری کھجوریں اسی طرح ہیں۔ اس نے کہا نہیں۔ بخدا یارسول اللہ ﷺ ہم دو صاع کھجوریں دے کر یہ ایک صاع لیتے ہیں یا تین صاع کھجوریں دے کر دو صاع یہ کھجوریں لیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسطرح مت کیا کرو۔ سب کھجوروں کو دراہم کے بدلہ میں بیچو اور عمدہ کھجوروں کو دراہم کے بدلہ میں خرید لو۔ 41))

مذکورہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو ناجائز معاملہ سے بچنے کا حل بیان فرمایا اور ایسا عمل جس کے کرنے سے گناہ ہو اس سے بچنے کے لئے ایسا طریقہ اختیار کرنا جو حلال تک پہنچادے حیلہ شرعیہ کہلاتا ہے اور ایسے حیلوں کا جواز کتب اسلامیہ سے واضح ہے۔ فقہ اسلامی کی

40۔ جصاص، ابو بکر احمد بن علی، (1412ھ)، احکام القرآن للجصاص، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ج: اص: ۶۴۵

41۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، (1401ھ)، الجامع الصحیح، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ج: ص: ۲۹۳

معتبر کتاب فتاوی عالمگیری میں ہے۔ في جميع ابواب البركعمارة المساجد وبناء القناطير الحيلة ان يتصدق بمقدار زكوة على فقير ثم يامره بالصرف الى هذه الوجوه فيكون للمتصدق ثواب الصدقة وللفقير ثواب بناء المسجد و القنطرة (ملخصا) تمام امور خیر مثل تعمیر مساجد اور پلوں کی تعمیر وغیرہ میں حیلہ یہ ہے کہ مقدار زکوۃ مستحق فقیر پر صدقہ کی جائے پھر اسے ان امور پر خرچ کرنے کے لئے کہا جائے تو اب صدقہ کرنے والے کے لئے صدقہ کا ثواب اور فقیر کے لئے۔ مسجد اور پل کی تعمیر کا ثواب ہو گا۔ (42) گروی سے انتفاع کے حوالے سے ہم نے فقہاء امت کی مختلف آراء کو جمع کیا اور پھر ان میں تطبیق دیتے ہوئے جواز اور عدم جواز کی صورتیں واضح کر دی ہیں۔

خلاصہ جواب : گروی کا معاہدہ کرتے وقت گروی چیز سے نفع اٹھانے کی شرط لگانا جائز نہیں اگر شرط لگائی تو یہ معاہدہ کرنا نفع اٹھانا شرعاناجائز ہو گا اور اگر معاہدہ کرتے وقت نفع اٹھانے کی شرط نہیں لگائی بلکہ مطلق معاہدہ کیا بعد ازاں مالک سے اجازت لے کر گروی مکان میں رہائش اختیار کی تو اس کی اجازت ہے اور مرتہن کا گروی مکان خود کرایہ پر لینا یا راہن (مالک) یا کسی اور کو کرایہ پر دینا ناجائز ہے۔

دار الافتاء دعوت اسلامی کا مؤقف:

مولانا محمد سعید عطاری مدنی ایک استفتاء کے جواب میں لکھتے ہیں کہ کسی چیز کو گروی رکھ کر اسے استعمال کرنا ناجائز اور سود کے زمرے میں آتا ہے۔

اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنّت مولانا شاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "رہن میں کسی بھی طرح کے نفع کی شرط بلاشبہ حرام اور خالص سود ہے، بلکہ ہمارے علاقوں میں مرتہن کا مرہون چیز سے بلا شرط بھی فائدہ اٹھانا، حقیقتاً عرف کے حکم کے مطابق شرط کے ساتھ فائدہ اٹھانے کے برابر ہے اور یہ محض سود کے حکم میں آتا ہے۔(43)"

> قال الشامی: قال ط:قلت:والغالب من احوال الناس انهم انما يريدون عند الدفع الانتفاع ولو لاه لما اعطاه الدراهم وهذا بمنزلة الشرط لان المعروف كالمشروط وهو مما يعين المنع"
>
> شامی نے کہا کہ طحطاوی نے فرمایا: میں کہتا ہوں غالب حال لوگوں کا یہ ہے کہ وہ رہن سے نفع کا ارادہ رکھتے ہیں اگر یہ توقع نہ ہو تو قرض ہی نہ دیں اور یہ بمنزلہ شرط کے ہے کیونکہ معروف مشروط کے حکم میں ہوتا ہے، یہ بات عدم جواز کو متعین کرتی ہے۔(ت)(44) "

42۔ اورنگزیب عالمگیر(1392)، ھ، (فتاوی ہندیہ، پشاور، نورانی کتب خانہ، ج: ٦، ص: ٣٩٢

[43]۔ دار الافتاء دعوت اسلامی، تاریخ اجراء09 :شوال المکرم1445ھ 18 / اپریل2024ء، فتوی نمبرWAT-2670:

[44]۔ احمد رضا خاں، (١٩٩٥ء)، فتاویٰ رضویہ، لاہور، پاکستان، رضا فاؤنڈیشن، ج ٢٥، ص 57

تفہیم المسائل از مفتی منیب الرحمٰن کی رائے:

شریعت مطہرہ میں عقدِ رہن" کو صرف اس لئے مشروع کیا گیا ہے کہ قرض دہندہ کو اپنی رقم سے متعلق اطمینان ہو جائے اور رقم ڈوبنے کا خدشہ نہ رہے۔ اس کی مالیت سے ایک حق مرتہن کے متعلق ہو جاتا ہے اور مرتہن کو اس شے کی حفاظت اور اپنے پاس بطور ضمانت روکے رکھنے کے علاوہ تصرف کا حق حاصل نہیں ہوتا کہ وہ شے اس کی ملکیت نہیں ہے، بلکہ اس نے اپنے پاس اس طرح روکی ہوئی ہے کہ مالک اس سے نفع نہیں اٹھا سکتا۔

علامہ علاؤالدین حصکفی لکھتے ہیں:

لا الانتفاع به مطلقا لا باستخدام ولا سكنى ولا لبس ولا إجارة ولا إعارة سواء كان من مرتهن أو راهن إلا بإذن كل للآخر، وقيل لا يحل للمرتهن لأنه ربا، وقيل إن شرطه كان ربا، وإلا لا

مرتہن کو مرہون سے کس قسم کا نفع حاصل کرنے کی اجازت نہیں ہے مثلاً اگر غلام یا باندی ہے تو اُس سے خدمت لینے کی اجازت نہیں، مکان رہن رکھا ہوا ہے تو مرتہن کے لئے اس میں رہنے کی اجازت نہیں ہے۔ لباس ہے تو پہننے کی اجازت نہیں ہے اور نہ ہی رہن رکھی ہوئی چیز کو اجرت پر دینے یا عاریتا دینے کی اجازت ہے۔ یہ انتفاع راہن یا مرتہن دونوں میں سے کسی کے لئے جائز نہیں، مگر یہ کہ ایک دوسرے کو یعنی راہن، مرتہن کو یا مرتہن، راہن کو انتفاع کی اجازت دے دے (تو درست ہے)۔ بعض علماء نے کہا کہ اگرچہ راہن اجازت دے دے تب بھی مرتہن کو نفع حاصل کرنا جائز نہیں، اس لئے کہ یہ سود ہے اور بعض نے کہا کہ: عقدِ رہن میں استیفاء منافع شرط کر لیا ہے تو سود ہے اور اگر شرط نہیں کیا تو سود نہیں۔(45)

علامہ ابن عابدین شامی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

وعن عبد الله محمد بن أسلم السمرقندي، وكان من كبار علماء سمرقند: أنه لا يحل له أن ينتفع بشيء منه بوجه من الوجوه وإن أذن له الراهن، إنه أذن له في الربا، لأنه يستوفي دينه كاملًا فتبقى له المنفعة فضلًا فيكون ربا۔

عبد اللہ محمد بن اسلم سمرقندی جو سمرقند کے بڑے علماء میں شمار ہوتے ہیں، بیان کرتے ہیں: مرتہن کو مرہون سے کچھ بھی نفع حاصل کرنا جائز نہیں ہے اگرچہ راہن نے اجازت دے دی ہو کیونکہ یہ سود کی

45۔ حصکفی، محمد علاؤالدین بن علی حنفی، (۱۳۸۶ھ)، الدر المختار فی شرح تنویر الابصار، بیروت، لبنان، دار الفکر، ج ۲، ص ۲۲۳

اجازت ہے، اس لئے مرتہن نے اپنا دین (قرض) پورا پا لیا، تو جو منفعت حاصل کی، وہ اصل رقم پر زیادتی ہے اور یہی تو سود ہے۔(46)

امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز سے سوال کیا گیا: شے مرہون کو اپنے استعمال میں لانا یا اس میں سکونت کرنا کسی طور جائز ہے یا نہیں؟، آپ نے جواب میں فرمایا: کسی طرح جائز نہیں ہے۔

حدیث پاک میں ہے:

كل قرض جر منفعة فهو ربا أخرجه الحارث عن سيدنا علي كرم الله تعالى وجهه عن النبي ﷺ

وہ قرض جس کے ذریعے سے کوئی منفعت حاصل کی جائے، وہ سود ہے۔(47)

اس کی تخریج حارث نے حضرت علی سے کی اور حضرت علی نے اسے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا)۔ علامہ طحطاوی پھر علامہ شامی خود شرح درمختار میں فرماتے ہیں:

الغالب من أحوال الناس أنهم إنما يريدون عند الدفع الانتفاع ولولاه لما أعطاه الدراهم وهذا بمنزلة الشرط لأن المعروف كالمشروط وهو مما يعين المنع أقول ولا شك أن هذا بعينه حال أهل الزمان يعرفه منهم كل من اختبر ومعلوم أن أحكام الفقه إنما تبني على الكثير الشائع ولا تذكر حال شذت وندرت فيه الحواز كما نص عليه المحقق حيث أطلق في فتح القدير وغيره من العلماء الكرام فالحكم في زماننا هو إطلاق المنع لا يرتاب فيه من له إلمام بالعلم.

لوگوں کا غالب حال یہ ہے کہ وہ مرہون شے دیتے وقت نفع اٹھانے کا ارادہ رکھتے ہیں اور اگر نفع اٹھانا مطلوب نہ ہو تو وہ قرض کے لئے رقم ہی نہ دیں اور یہ شرط کے درجے میں ہے، اس لئے کہ جو چیز معروف ہو، وہ مشروط ہی کی طرح ہوتی ہے اور یہی بات شے مرہون سے نفع اٹھانے کی ممانعت میں معین ہے۔ میں (امام احمد رضا قادری) کہتا ہوں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے زمانے کے لوگوں کا یہی حال ہے جسے ہر باخبر شخص جانتا ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ فقہی احکام کی بنیاد کثیر الوقوع امور پر ہوتی ہے اور شاذ و نادر احوال کا تذکرہ نہیں کیا جاتا۔ جیسا کہ اس پر محقق علی الاطلاق علامہ کمال الدین بن ہمام نے فتح القدیر میں اور دیگر علماء کرام نے بھی صراحت فرمائی ہے۔ چنانچہ ہمارے زمانے

[46] ۔ شامی، ابن عابدین(۱۴۰۶ھ)، ردالمحتار علی الدر المختار، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ج۱۰، ص۷۰

[47] ۔ ہندی، علاء الدین علی متقی حسام الدین، (1979)، کنز العمال، بیروت، لبنان، مؤسسۃ الرسالہ، رقم: ۳۵۴۶

میں مرہون شے سے مطلقاً نفع اٹھانے کی ممانعت کا حکم ہے، جس کا دینی علم سے معمولی تعلق بھی ہو گا، اسے اس مسئلے میں کوئی شک نہیں ہو گا۔(48)

[48]۔ احمد رضا خاں، (۱۹۹۵ء)، فتاویٰ رضویہ، لاہور، پاکستان، رضاء فاؤنڈیشن، ج25، ص۳۴۶